# لطیفہ ۴۴

## ریاضت ومجاہدے کا بیان اور سعادت وشقاوت کی وضاحت

**قال الاشرفؒ:**

المجاهدة هی المحاربة بعسكر النفس والرياضة هی اصلاح النفس بقبول الواردات العينيه والهامات الفيضيه۔

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ مجاہدہ نفس کے لشکر سے جنگ کرنا، اور ریاضت واردات کی بارش اور الہامات کی کثرت کے حسن وجمال سے نفس کی اصلاح کرنا ہے۔

مشائخ روزگار اور صوفیۂ عظام کا اس امر میں اختلاف ہے کہ مجاہدے سے مرتبۂ وصول حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اکثر مشائخ کا قول ہے کہ مجاہدہ وصول کا سبب نہیں ہے کیوں کہ علت یہ ہوتی ہے کہ سبب اور نتیجے کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا (عمل کے ساتھ اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہوجاتا ہے) بہت سے لوگ ہیں کہ مجاہدہ کرتے ہیں لیکن مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اس آیت پاک، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [1] (اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور ہم انھیں اپنی راہیں دکھائیں گے) میں مجاہدے کا انعام مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ حضرات جو مجاہدے کو علت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت پاک میں مشیت الٰہی مضمر نہیں ہے لیکن یہ حضرات بھی مجاہدے کو شرطِ علت قرار دیتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اگر کوئی شخص مجاہدہ کرتا ہے اور مقصود حاصل نہیں ہوتا تو یہ محرومی مجاہدے میں کسی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور آیت پاک اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [2] (مجھ سے دعا کرو میں (ضرور) قبول کروں گا) میں بھی مشیت الٰہی شامل ہے اور يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [3] (اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے جسے چاہے) کو بھی اس پر محمول کرتے ہیں کہ مجاہدہ اور طلب کو (اللہ تعالیٰ کے انعام کی) علت قرار نہیں دیا جاسکتا، خاص طور پر اس اعتبار سے کہ یہ امور ازلی ہیں، پس معلوم ہوا کہ طلب ومجاہدہ علت نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ اختصاص وخصوصیت شاید نبوت سے متعلق ہے یعنی حق

---

[1] پارہ ۲۱۔ سورہ العنکبوت، آیت ۶۹

[2] پارہ ۲۴۔ سورہ المومن، آیت ۶۰

[3] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۰۵

تعالیٰ جسے چاہے نبوت کے لیے منتخب کرے تو یہ تاویل سلف کے (عقیدے کے) خلاف ہوگی۔ رباعی[۱]

با قبولِ تو اے زعلت پاک
چہ بود خوب وزشت مشتے خاک
اے یکے خدمت آستانت را
گرگِ یوسف نگار خانت را

ترجمہ: اے اللہ! تو تمام علتوں سے پاک ہے۔ تیری قبولیت کے آگے انسان کا نیک وبد ہیچ ہے۔ اے اللہ! ایک شخص تیرے آستانے کا خدمت گزار ہے دوسرا تیرے نگار خانے کے لیے یوسفؑ کا بھیڑیا ہے۔

اصحابِ مجلس اللہ تعالیٰ کے بے نیازی اور استغنا کا بیان سن کر رونے لگے اور عرض کی کہ جب طلب مجاہدے کی حقیقت یہ ہے تو ہماری ساری تگ ودو بے کار ہے۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں ہے بلکہ مجاہدے اور ریاضت کی شرط انتہائی درجے تک پوری کرو اور اپنی محنت پر نظر نہ رکھو اور اسے وصول کی علت گمان نہ کرو۔ حضرتؒ نے غالباً یہ جملہ کئی بار دہرایا کہ مجاہدہ دیکھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ کرنے کی چیز ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام دینی احکام ان اصول پر مبنی ہیں۔ اول یہ کہ تمھیں یقین ہو کہ کفر وایمان اور طاعت وگناہ تقدیر الٰہی سے وابستہ ہیں، البتہ دل میں تہیہ کرلو اور حجت میں نہ پڑو ان احکام کو بجالاؤ لیکن اصول اوّل کو مقدم رکھو۔ ابیات:

عقل فرماں کشیدنی باشد
عشق ایماں چشیدنی باشد
عاشقاں سوئے حضرتش سرمست
عقل در آستین وجاں دردست

ترجمہ: عقل کا کام حکم کی کھینچ تان (تاویل) کرنا ہے۔ عشق ایمان کی حلاوت چکھنا ہے۔ عاشق محبوب کی بارگاہ میں بے خودی ومستی کی حالت میں جاتے ہیں۔ ان کی عقل آستین میں اور جان ہتھیلی پر ہوتی ہے۔

(اللہ تعالیٰ کے حکم سے) جی چرانے والے چند لوگوں نے طاعت وعبادت کو ترک کردیا ہے اور اہل حال بزرگوں کے اس قول کو پکڑ لیا ہے کہ مستیِ حال کی کیفیت میں زہد وعبادت بے سود ہے، کام تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے بنتا ہے۔ اس طرح انھوں نے حرام کو حلال کرلیا ہے۔ یہ زندیقوں اور ملحدوں کا طریقہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ زہد وعبادت بے کار ہیں بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ افعال (طاعت وعبادت) پر غرور نہ کرو، جیسے کہ امام شبلی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے، لیس

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

الزھد فی الدنیا الحقیقۃ یعنی زہد حقیقی دنیا میں نہیں ہے۔ اس قول میں زہد کا انکار نہیں ہے بلکہ اس سے مراد زہد پر غرور نہ کرنا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ اس پر (یعنی عنایت حق پر) سب کا عقیدہ ہے اور اس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے اس کے باوجود متقدمین سے متاخرین تک تمام بزرگ مجاہدہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ بیت:

تا تخمِ مجاہدہ نکارد
کس بارِ مشاہدہ نکارد

ترجمہ: جب تک کوئی شخص مجاہدے کا بیج نہ بوئے گا تو اسے مشاہدے کا پھل بھی نہیں ملے گا۔

پس طالب صادق اور سالک واثق پر لازم ہے کہ مجاہدات وریاضات کی ادائیگی میں ذرہ بھر فروگزاشت نہ کرے اور نہ چوکے کیوں کہ کسی شخص پر مجاہدے کی کنجی کے بغیر مشاہدے کا دروازہ نہیں کھلا ہے اور سلوک کے راستے کو طے کیے بغیر وصول کی نعمت میسر نہیں ہوئی ہے۔ قطعہ:

بیا اے سالکِ جانباز دلگیر
بنہ پائے طلب درراہِ اعمال
کہ بے زادِ رہ وبے پاے حذاہل
نیارد دیدروئے کعبۂ حال

ترجمہ: اے جاں باز دلگیر سالک آ اور اعمال کے راستے میں پائے طلب رکھ اچھی طرح جان لے کہ راستے کے سامان کے بغیر اور ننگے پاؤں چل کر کسی نے کعبۂ حال کی زیارت نہیں کی۔

سید الطائفہ[۱] (جنید بغدادیؒ) نے فرمایا ہے کہ ان کے اصول پانچ خصلتوں پر مبنی ہیں۔ اوّل، دن کو روزہ رکھنا دوم، رات میں نماز پڑھنا، سوم اخلاصِ عمل، چہارم تمام تر رعایت کے ساتھ عمل کرنا، پنجم ہر حال میں اللہ پر توکل کرنا، اور سہیل تستری نے فرمایا کہ ہمارے اصول سات ہیں۔ اوّل اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنا، دوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا سوم کسی کو اذیت دینے سے نفس کو روکنا، چہارم گناہوں سے پرہیز کرنا، پنجم توبہ کرنا، ششم حقوق ادا کرنا۔[۲]

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جو ریاضتیں مشائخ صوفیہ سے متعلق بیان کی گئی ہیں انھیں خود پر لازم کرنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ ریاضت کی اُس مقدار سے جو بزرگوں نے اپنے لیے مقرر کی تھیں، اُس مقدار سے طالب کی ریاضت سوئی

---

۱؎ یہاں سے ایک طویل عربی عبارت فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۲۴۹۔

۲؎ سہیل تستریؒ کا ساتواں اصول مطبوعہ اور خطی دونوں نسخوں میں نقل نہیں کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

کی نوک برابر بھی بڑھ جائے، تو ایسی ریاضت سے منع کیا گیا ہے اس لیے کہ راہ حق میں ایسی ریاضت طالب کے مرکبِ جسم کو تھکا دیتی ہے اور وہ گہنگار ہوتا ہے بلکہ نفس اگر دائیں بائیں مائل ہو تو شریعت کے مطابق، مجاہدے کے کوڑے لگا کر اسے راہ راست پر لائے اور بدعت سے پرہیز کرے۔ خلافِ معمول کھانا پینا کلی یا جزوی طور پر یا اس طرح کی اور باتیں ترک نہ کرے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول علیہ السلام کے عہد مبارکہ میں ایک صالحہ عورت نے جاگنے کی خاطر اپنے گلے میں رسی باندھ کر لٹکا دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو منع فرمایا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ کوئی شخص ازراہِ ہوس پہلے چند ریاضتیں اختیار کرے اور پھر چھوڑ دے تو یہ اچھی بات نہیں ہے بلکہ جو ریاضت یا وظیفہ وہ خود پر لازم کرے اُن پر جمار ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ رات اور دن میں چوبیس ساعتیں ہیں۔ بزرگوں نے ان ساعتوں کو تقسیم کر دیا تھا کہ کچھ گھنٹے عبادت میں مشغول رہیں گے کچھ گھنٹے سوئیں گے۔ ان چوبیس گھنٹوں میں آٹھ گھنٹے سونے کے لیے رکھے تھے اور ان آٹھ گھنٹوں کو بھی تقسیم کر دیا تھا کہ چند گھنٹے دن میں اور چند گھنٹے رات میں سوتے تھے۔ دو گھنٹے دن میں سونے کے لیے اور چھ گھنٹے رات میں سونے کے لیے مقرر تھے لیکن دن میں سونے کا وقت معین کر دیا تھا کہ بس اُسی وقت سوئیں گے دوسرے وقت نہیں۔ (عام طور پر) دن میں سونے کا وقت چاشت کے بعد اور زوال سے پہلے تک مقرر تھا۔ اس امر کا خیال رکھا جاتا تھا کہ ہر صورت میں زوال سے پہلے اٹھ جائیں تا کہ ظہر سے پہلے نماز کی تیاری کر کے ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے بیٹھ جائیں کیوں کہ مشائخ (ادائے نماز کے لیے) وقت سے پہلے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر زوال کے بعد سونے سے اٹھیں گے تو پھر اتنا ہی وقت ضایع ہوگا۔ مشائخ رات کو سونے کا وقت بھی معین کر لیتے ہیں۔ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد چھ گھنٹے تک سوتے ہیں۔ اس سے زیادہ نیند کریں تو وقت ضایع ہو جاتا ہے۔ مشائخ نے صبح کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ایک صبح تو یہی ہے کہ جب سونے سے جاگتے ہیں، دوسری صبح اسے کہتے ہیں جب دن میں (زوال سے پہلے) نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور نماز ظہر کی تیاری کرتے ہیں۔ ظہر ادا کرنے کے بعد وہ وظائف پڑھتے ہیں جو ظہر کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ مشائخ نے مجاہدے کو تربیت کے لیے مقرر کیا ہے۔ طالب صادق اور سالک واثق کی تربیت ان کی طاقت کے مطابق کرتے ہیں یعنی اگر طالب تنہا (غیر شادی شدہ) ہے تو اسے مجردانہ مجاہدے کا حکم دیتے ہیں اگر طالب صاحب اہل وعیال ہے تو اس سے اس کی حالت کے مطابق مجاہدہ کراتے ہیں۔

اگر ایک چلے کے قابل ہے تو ایک چلہ کراتے ہیں۔ ایک چلے سے کام نہ بنا تو دوسرے چلے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ ریاضتوں اور مجاہدوں کے فوائد وانعامات حدِ بیان سے باہر ہیں، حتیٰ کہ کافر بھی ریاضت کے باعث بزرگ ہو جاتا ہے جیسا کہ راہبوں کے قصوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک راہب تھا جس نے تقریباً اسی سال تک ریاضت کی تھی۔ اس زمانے میں کافر کی مدت ریاضت چالیس سال تھی۔ جب خواجہ ابراہیم

خواص[۱] نے اُس راہب کی ریاضتوں کی خبر سنی تو فرمایا کہ اس راہب نے چالیس سال سے زیادہ ریاضت کی ہے شاید اسے کمال حاصل ہوگیا ہوگا اور حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی۔ میں جا کر دیکھتا ہوں۔ جب ابراہیم خواص اس راہب کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچے تو اس نے اپنا سر باہر نکال کر کہا، ''مجھے کوئی بزرگی حاصل نہیں ہوئی ہے'' آپ نے اس سے دریافت کیا کہ پھر اتنی مدت سے کیوں گوشہ نشین ہو؟ اس راہب نے جواب دیا کہ میں نے نفس کے کتے کو قید کر رکھا ہے اس کی نگہبانی کے لیے بیٹھا ہوا ہوں۔ جب ابراہیم خواصؒ نے اس راہب کی یہ باتیں سنیں تو اپنے دل میں مناجات کی کہ اے اللہ! تیرے دست قدرت میں ہے کہ ناشناس بیگانے کو اپنا شناسا بنالے راہب نے کہا، آپ کیسی فضول بات کر رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جسے چاہے بیگانہ رکھے جسے چاہے آشنا بنائے۔ حضرت ابراہیم خواصؒ اپنے دل میں شرمندہ ہوے اور کہا، اللہ کی شان ہے کہ ایک راہب کو ایسا شرف بخشتا ہے کہ اس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔ غالبًا اسی سلسلے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے نے فرمایا کہ ایک راہب تھا جس نے بہت سے سال اپنے سلوک کی سیر میں صرف کیے تھے۔ جب اس ناقص نے ابراہیم خواصؒ کے کمال کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابراہیم خواصؒ ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ جب ملاقات ہوئی تو اُس راہب نے عرض کیا کہ میں اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ نہ رہ سکو گے کیوں کہ ہمارا گزارا توکل پر ہے۔ اس نے عرض کیا یہ تو بہت اچھی بات ہے شاید مجھے بھی توکل کا کچھ حصہ نصیب ہوجائے۔ (بہر حال) دونوں نے ایک وادی طے کی اور ایک بیابان میں داخل ہوے تو رات ہوگئی۔ دونوں نے ایک پہاڑ کے دامن میں قیام کیا۔ جب رات زیادہ ہوگئی تو اُس راہب نے کہا۔ اے شیخ آپ چند برسوں سے ملکِ ولایت میں نقارۂ مشیخت بجا رہے ہیں۔ اب خدائے تعالیٰ سے کھانے کی کوئی چیز حاصل کر کے بتاؤ۔ حضرت ابراہیم خواصؒ شرمندہ ہوے اور باری تعالیٰ کی بار گاہ میں عاجزی اور انکسار سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ اپنے آشنا کو ایک غیر کے سامنے رسوا نہ کر۔ چند لمحے نہ گزرے تھے کہ دو پیالے پانی کے اور دو روٹیاں غیب سے نازل ہوے۔ دونوں نے رزق غیبی تناول کیا۔ دوسرے دن سفر کرنے کے بعد رات ہوئی تو خواجہ ابراہیم نے راہب سے کہا آج تمھاری باری ہے۔ راہب نے عرض کی الٰہی اگر ابراہیم کی تیرے نزدیک قربت ہے تو مجھے ان کے سامنے شرمندہ نہ کر۔ ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ چار پیالے پانی کے اور چار گرم گرم روٹیاں نازل ہوئیں۔ دونوں نے رغبت کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد خواجہ ابراہیمؒ نے فرمایا اے راہب سچ کہنا کہ تم نے کیا کہا تھا۔ اس نے کہا میں نے کچھ بھی عرض نہیں کیا تھا، بس آپ کو پیر تصور کر کے اپنا شفیع بنایا تھا۔ اب میں اسلام لاتا ہوں آپ مجھے کلمہ تلقین فرمائیں (کلمہ پڑھ کر) وہ مسلمان ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدات وریاضات میں عجیب اسرار ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا

---

(۱) خواجہ ابراہیم خواصؒ۔ آپ کا پورا نام ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد الخواص آملی تھا۔ ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔ یہ واقعہ خواجہ فرید الدین عطارؒ نے ''تذکرۃ الاولیا'' میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، تذکرۃ الاولیا جلد دوم تہران، چاپ پنجم صص ۱۲۷۔۱۲۸۔

فرمائے تو سعادت ازلی وابدی ہر شخص کے باطن میں ہے لیکن بغیر اللہ تعالیٰ کی عنایت کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ رباعی:[۱]

کسے را کہ عادت سعادت بود
سہ عادت درو از عبادت بود
سخا وصفا وارادت نکو
اگر از الٰہی ارادت بود

ترجمہ: جس شخص کی خصلت سعادت ہوجائے اس میں عبادت کی تین عادتیں پیدا ہوجائیں گی۔(وہ تین عادتیں یہ ہیں) سخاوت، اخلاص اور نیک نیتی (لیکن سعادت) صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کسی کتاب کے حوالے سے نقل فرماتے تھے کہ سعادت بندگی اور عبادت کا نتیجہ نہیں ہے جیسے شقاوت گناہ کا نتیجہ نہیں ہے اور یہ امر خلافِ حقیقت نہیں ہے کہ سعادت ہو یا شقاوت دونوں کی علت صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ بہت سے اصلاح یافتہ لوگوں پر موت کے وقت شقاوت کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں اور اس کے برعکس گنہگاروں سے سعادت کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اگر چہ حقیقت یہی ہے (کہ صالح شخص سعید اور عاصی شقی ہوتا ہے) لیکن حکم تو (موت کے وقت) علامات پر دیا جاتا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا پرچم بلند ہوتا ہے تو طاعت وعبادت کے لشکر دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور شرابی مے خور کو اتنا کچھ عطا کرتے ہیں کہ ہزاراں ہزار زاہدِ زمانہ حیران ہوجاتے ہیں اور زاہدانِ وقت ایسی بری حالت میں پیش کیے جاتے ہیں کہ کسی شرابی اور جواری کی ایسی تذلیل نہیں ہوتی۔ قطعہ:[۲]

زہے بادشاہے جہاں کز علم
فرازد دراں عرصۂ بے نیاز
جنانِ سعادت بہم برزند
شقی را دہد آں ہمہ برگ وساز

ترجمہ: سبحان اللہ جب وہ بادشاہِ جہاں بے نیازی کے میدان میں اپنا علم بے نیاز بلند کرتا ہے تو سعادت کی جنت درہم برہم ہوجاتی ہے اور شقی کو (عیش آخرت کے) تمام اسباب عطا کردیتا ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ (قابل نفرت) الّو کو اللہ تعالیٰ شکر چبانے والے طوطی کی خاصیت سے نوازتا ہے اور کالے کوے کو ہمائے سعادت کے بال وپر عنایت فرماتا ہے۔ زنّار باندھنے والے کافر کو اس قدر فراز کرتا ہے کہ ہزاروں دستار فضیلت باندھنے والے حیران ہوجاتے ہیں۔ سبب یہی ہے کہ اس کی ذات پاک کمال بے نیازی کی حامل ہے۔ بیت:

---

[۱] یہ اشعار رباعی کی معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

[۲] مطبوعہ نسخے (ص۲۵۱) میں سہو کتابت کے باعث صحیح نقل نہیں ہوا ہے۔ یہاں مترجم نے اسے خطی نسخے سے نقل کیا ہے۔

از صومعہ براندو بے گانہ خواندش
وزبت کدہ بخواند و گوید کہ آشناست

ترجمہ: ایک کو عبادت خانے سے یہ کہہ کر نکال دیتا ہے کہ بیگانہ ہے دوسرے کو بت کدے سے بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہمارا آشنا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم کس حال میں ہو، عرض کیا کہ خوف وخطر کی کیفیت میں رہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے حق میں کیا فیصلہ ہو، کہیں وہی فیصلہ نہ ہو جو ایک راندے گئے (ابلیس) کے حق میں ہوا۔

اصحاب معرفت میں سے ایک بزرگ کا قول ہے، فرمایا کہ سب کو فردائے قیامت کا خوف لگا ہوا ہے اور میں حق تعالیٰ سے خوف کرتا ہوں۔ قطعہ:

خوف ہمہ مردماں زفرداست
مائیم زحکمِ دینہ داریم
ہرچند کہ خوف او طپاند
اما بہ امیدِ دینہ داریم

ترجمہ: سب لوگوں کو آنے والے کل کا خوف ہے لیکن ہم گزرے ہوئے کل سے خوف زدہ ہیں ہر چند کہ یہ خوف (شب وروز) بے چین رکھتا ہے لیکن ہم گزرے ہوئے کل کے بارے میں پر امید ہیں۔

اسی سبب سے ارباب معرفت کا جگر خون ہوتا ہے۔ ہر چند کہ اصحابِ بصیرت اور ارباب خبر اس بارے میں میں تھوڑا سا علم رکھتے ہیں اور اس (خوف) سے محفوظ ہیں لیکن جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا خیال آتا ہے۔[1] احتمال ہے کہ مقولہ **یا لیت محمد لم یخلق محمد** (یعنی اے محمد کے رب کاش محمد کو پیدا نہ کرتا) شاید ہی اس پہلو سے متعلق ہو کیوں کہ اکثر عارفین نے اس قول کو دوسری روایت پر حمل کیا ہے۔ رباعی:[2]

دل وعقل از جلالِ او تیرہ
تن وجاں از کمالِ او خیرہ
ہر کہ آں جارسید سربہ نہد
عقل کاں جارسید پر بہ نہد

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۱۔۲۵۲۔) اور خطی نسخے میں یہ عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے ''اما یاد جلال آنحضرت چوں می آید ہمہ در جنب وے کلاشی ست'' لغات میں کوئی لفظ ''کلاشی'' نہیں ملتا اس لیے عبارت کا ترجمہ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہے، عبارت کے واضح نہ ہونے کے باعث احتیاطاً چھوڑ دیا ہے۔

[2] یہ بھی رباعی نہیں قطعہ ہے۔

ترجمہ: اس کی عظمت سے دل اور عقل تاریک ہیں۔ اس کے کمال سے جسم وجان چکا چوند ہوگئے ہیں۔ جو اس بارگاہ میں پہنچتا ہی سر نیاز جھکا تا ہے۔ عقل پہنچتی ہے تو پروں کو سمیٹ لیتی ہے۔

جس وقت حق تعالیٰ کے کرم کا شامیانہ پھیل جاتا ہے تو لاکھوں امیدیں پوری ہوجاتی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) جب اپنی ذلت یاد کرتے تو اس قدر مضطرب ہوجاتے کہ ایک میل دور تک لوگ ان کی صدائے اضطراب سن لیتے۔ اسی حالتِ اضطراب میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہا **هل رايت خليلا مخاف الخليل** یعنی دوست نے کیا دیکھا کہ اپنے دوست سے خوف کھاتا ہے۔ خلیل علیہ السلام نے کہا ہاں بات ایسی ہی ہے لیکن جس وقت مجھے اپنی ذلت یاد آتی ہے تو دوستی فراموش ہوجاتی ہے۔ قطعہ:

گر برو جودِ عاشقِ صادق نہند تیغ
بیند گناہِ خویش نہ بیند عطائے یار
ہر چند در جفا والم امتحاں کند
ہر گز جفائے یار نہ گوید وفائے یار

ترجمہ: اگر عاشق صادق کے جسم پر تلوار ماریں تو وہ عاشق اسے اپنی خطا گردانتا ہے دوست کی عطا نہیں سمجھتا دوست کبھی ظلم کر کے کبھی دکھ پہنچا کر عاشق کا امتحان لیتا ہے لیکن عاشق امتحان کو دوست کی جفا کہتا ہے اور اسے کرمِ دوست نہیں کہتا۔